مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواروی

ایک حدیث

رُویتِ مصطفیٰؐ کا درجہ

امام جلال الدین سیوطی نے الجامع الصغیر میں مستدرک اور بیہقی کے حوالے سے اور امام عبدالرؤف المناوی نے کنوز الحقائق میں صرف بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے:

لا تمسّ النار مسلماً رآنی اور رأی من رآنی۔

آتش دوزخ اس مسلمان کو نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا ہو یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا ہو۔

عرصۂ دراز میں میرے دل میں اس ارشادِ نبویؐ کے متعلق یہ شک تھا کہ کیا یہ روایت اپنی اسناد یا متن کے لحاظ سے صحیح ہے یا اس کا شمار ان احادیثِ فضائل و مناقب میں ہے جن کا کچھ حصہ ناقابل اعتبار بتایا جاتا ہے۔ لیکن پچھلے دنوں غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگرچہ یہ حدیث صحاح و سنن میں تو نہیں لیکن اپنے مضمون کے لحاظ سے یہ بالکل صحیح حدیث ہے کیونکہ یہ قرآنی تصریحات کے عین مطابق ہے اور کسی روایت کے صحیح ہونے کا اس سے بہتر کوئی معیار نہیں کہ وہ قرآن کے عین مطابق ہے۔

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام کے تمام صحابۂ کرام اور جملہ تابعین عظام صلوات اللہ علیہم قطعی جنّتی ہیں۔ دس صحابہ تو ایسے بلند رتبہ ہیں کہ ان کو واضح الفاظ میں جنّتی کہا گیا ہے:

ابوبکر فی الجنۃ ..... و ..... و ابو عبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ (رواہ الترمذی عن عبدالرحمان بن عوف)۔ باقی عام صحابہ کے متعلق یہ واضح اور پُر زور اسلوب چھوڑ کر دوسرا انداز اختیار کیا گیا اور یوں فرمایا گیا کہ: انھیں آگ نہیں چھو سکتی۔ ایک گروہ کو فرمایا کہ یہ جنّتی ہے اور دوسرے کو فرمایا یہ دوزخی نہیں ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وہ جنتی ہے۔ اگر یہ مطلب نہ ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا کہ یہ نہ جنّتی ہے نہ دوزخی بلکہ اعرافی ہے۔ بہر کیف دوزخی نہ ہونے کی بشارت بھی جنّتی ہونے کی خوش خبری کے ہم معنی ہونے کا ایک بلیغ طریق اظہار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اگر چند لمحے کی صحبتِ نبویؐ بھی مل جائے تو یہ اتنا بڑا شرف ہے

جو قطعی جنّتی ہونے کی ضمانت ہے۔ آیئے ذرا قرآن پاک پر بھی ایک نظر ڈال لیں کہ وہ اس بارے میں کیا فیصلہ دیتا ہے۔ ارشاد ہوا:

واعلموا ان فیکم رسول اللّٰہ ط لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتّم و لکن اللّٰہ حبّب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ط اولٰئک ھم الراشدون ۵ (حجرات آیت : ۷)

یہ سمجھ لو کہ تم میں (اطاعت کے لیے) رسول اللہ موجود ہیں۔ اگر بیشتر معاملات میں وہ تمھاری اطاعت کرتے تو خود تم مصیبت میں پڑ جاتے لیکن اللہ نے (اس مصیبت سے بچانے کے لیے) ایمان کو تمھارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمھارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور (ساتھ ہی) تمھاری نظروں میں کفر، فسوق اور عصیان کو قابلِ نفرت بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کے مخاطب کون لوگ ہیں؟ صرف صحابہ کرام صلوات اللہ علیہم ہیں جیسا کہ ابتدائی الفاظ سے صاف ظاہر ہے: واعلموا ان فیکم رسول اللّٰہ ط (جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ موجود ہیں)۔ ان سبھوں سے مخاطب ہو کر ارشاد ہوتا ہے کہ:

۱- حبّب الیکم الایمان - ایمان کو تمھارا مطلوب و محبوب بنا دیا ہے۔

۲- و زیّنہ فی قلوبکم۔ تمھارے دلوں کو اس سے آراستہ کر دیا ہے۔

۳- و کرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان - تمھارے اندر کفر، فسوق اور عصیان کی طرف سے نفرت پیدا کر دی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس کے دل میں ایمان کی محبت اور کفر و فسوق و عصیان سے نفرت خود اللہ تعالیٰ پیدا فرما دے کیا اس کے اندر کسی کفر و ارتداد یا نفاق کا کوئی شائبہ پیدا ہونا ممکن ہے؟

رسولؐ کی ہم نشینی کوئی ایسی معمولی بات نہیں جسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جائے۔ رومیؒ اور سعدیؒ نے تاثیر ہم نشینی کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہم رہِ اصحاب کہف آں کلب شد
تا سگی از وے بہ کلّی سلب شد

(اصحاب کہف کے ساتھ ان کا کتا رہا تو اس کا "کتا پن" بالکل ختم ہو گیا یعنی جیسا کہ مشہور ہے وہ آدمی

بن کر اُٹھے گا۔)

سعدیؒ فرماتے ہیں:

گلِ خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بہ دستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک دن ایک خوشبو دار مٹی ایک دوست کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آئی۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ تو مُشک ہے یا عنبر کہ مَیں تیری دل آویز خوشبو سے مست ہوا جاتا ہوں۔ مٹی نے کہا: مَیں تھی تو ناچیز مٹی، لیکن ایک عرصے تک پھولوں کے ساتھ رہ کر بَس گئی ہوں۔ اس ہم نشینی نے مجھ میں یہ اثر کیا ہے ورنہ مَیں تو وہی معمولی مٹی ہوں۔)

سوچنے کی بات ہے کہ تلوں کو خوشبو دار پھولوں میں بسایا جائے تو وہ عطر بن جاتا ہے اور مٹی کو خوشبو دار پھول کی صحبت نصیب ہو تو وہ خود بھی خوشبو دار ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان ایمان لا کر رسولؐ کی صحبت میں رہے اور کوئی اثر قبول نہ کرے؟ میرے ایک دوست نے ایک تقریر میں بڑے مزے کی بات کہی کہ: اگر کوئی شخص اپنے گھر پر ایک نماز ادا کرے تو اسے ایک نماز کا ثواب ملتا ہے۔ جماعت سے پڑھے تو دس نمازوں کا، مسجد میں باجماعت پڑھے تو ستائیس نمازوں کا۔ مسجدِ نبویؐ میں پڑھے تو ایک ہزار (اور ایک قول کے مطابق پچاس ہزار) نمازوں کا اور مسجدِ حرام میں پڑھے تو ایک لاکھ نمازوں کا اجر و ثواب ملتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے کہ ہم جیسا معمولی انسان امام ہو۔ اب ذرا غور کیجیے جن حضرات نے برسوں ہر روز پانچ بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسجدِ نبوی میں نمازیں ادا کی ہوں ان کے اجر و ثواب

کا کوئی اندازہ کیا جاسکتا ہے؟ جن آنکھوں نے ایمان کے ساتھ چہرۂ انور کو دیکھا ہو کیا وہ آنکھیں کبھی آگ میں جاسکتی ہیں؟ سیّدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ: اگر تیری آنکھ کسی کو بُری نظر سے دیکھے تو چاہیے کہ اپنی آنکھیں نکال کر پھینک دے کیونکہ محض آنکھوں کی خاطر پورے جسم کا جہنم میں جانا مناسب نہیں۔'' مطلب یہ ہے کہ جہاں آنکھیں جائیں گی وہیں سارا جسم جائے گا۔ جن آنکھوں نے ایمان کے ساتھ جمال اقدس کا نظارہ کیا ہے، وہ جہنم کی آگ میں ہرگز نہیں جاسکتیں۔ وہ جنت ہی میں جائیں گی اور جہاں وہ جائیں گی وہیں سارا جسم بھی جائے گا۔

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر محض پارس نہ تھی کہ جسے چھو دے وہ سونا بن جائے بلکہ وہ ایسا پارس ہے کہ جو اس سے چھو گیا وہ خود پارس بن گیا۔ اس لیے بات صرف اتنی ہی نہیں کہ جس نے حضور کو دیکھا وہ جنّتی ہوگیا بلکہ وہ بھی جنّتی ہوگیا جس نے حضورؐ کے دیکھنے والے کو دیکھا۔ یعنی صحابہ جس طرح سب کے سب بلا استثنا جنّتی ہیں اسی طرح تمام تابعین بھی جنّتی ہیں۔ اگر صحابہ کے ایمان کے بارے میں ذرا برابر بھی شک ہو تو سارا اسلام ہی مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ حضورؐ کی رسالت کے یہی اوّلین گواہ ہیں۔ اگر گواہ ہی بے اعتبار ہوں تو وہ کب قابل اعتبار ہوگا جس کے گواہ ہی بے اعتبار رہوں۔

مگر ایک ضروری بات سن لیجیے کہ جنّتی ہونے کا یہ مطلب نہیں، وہ معصوم، بے گناہ اور بے خطا تھے۔ ان سے گناہ ہوئے، غلطیاں ہوئیں اور یہ عین تقاضائے بشریت تھا۔ اس کائنات کی ہر شے — فرشتے، حیوانات، نباتات اور جمادات سب کے سب بے گناہ، بے خطا اور معصوم ہیں۔ کسی کا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ کسی سے باز پرس نہ ہوگی۔ کسی کو جہنم یا جنت میں عقیدہ و عمل کے عوض نہ بھیجا جائے گا۔ لہٰذا انسان کے لیے بے گناہی کوئی اعلیٰ قدر یا کوالی فیکیشن نہیں۔ انسان کی خوبی اس کا بے گناہ اور بے خطا ہونا نہیں۔ اس کو صرف اس نظر سے دیکھا جائے گا کہ اس نے غلطی کی تو اس کی کیا تلافی کی؟ گناہ کیا تو کیسی توبہ کی؟ ٹھوکر کھائی تو کس طرح سنبھلا؟ معصیت کر بیٹھا تو اسے دھونے کے لیے کتنی بڑی نیکی کی؟ رُکا تو کتنی تیزی سے آگے دوڑا؟ پیچھے ہٹا تو کتنی سرعت کے ساتھ منازل ارتقا طے

کرکے آگے نکل گیا؟ شر، بدی اور ذنوب میں مبتلا ہوا تو خیر، نیکی اور اجر و ثواب کا کتنا انبار لگا دیا؟

حضورؐ اس لیے نہیں آئے تھے کہ فطرت بدل کر گناہ گار آدم کو بے گناہ فرشتہ بنا دیں اور نہ اس لیے آئے تھے کہ ساری دنیا کے گناہوں کا کفارہ بن کر نسل آدم کو ہر گناہ کرنے کی چھوٹ دے دیں۔ حضورؐ کی آمد کا مقصد یہ تھا کہ انسان معاصی سے جتنا بچ سکتا ہے بچے اور اگر بہ تقاضائے بشریت اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی ایسی تلافی کر دے کہ اس کا جو درجہ غلطی سے پہلے تھا اس سے بھی اونچا درجہ تلافی و تدارک کے بعد حاصل ہو جائے، یعنی آدم گناہ گار ہوتے ہوئے بھی بے گناہ فرشتوں کا مسجود بن جائے۔

ایک چھوٹی سی مثال سے یہ حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اگر ایک نجاست آلودہ کپڑا پانی کے گھڑے میں ڈال دیا جائے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن وہی کپڑا اگر دریا میں ڈالا جائے تو دریا ناپاک نہیں ہوتا بلکہ وہ نجس کپڑا ہی پاک ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کی نیکیاں گھڑے کے پانی کی مقدار جیسی ہیں تو معمولی آلودگی بھی اسے ناپاک بنا دے گی اور اگر اس کی نیکیاں آب دریا کی طرح بے حساب ہیں تو کوئی بڑی سے بڑی نجاست بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی بلکہ نجس شے خود دھل کر پاک ہو جائے گی۔ یہی ہے وہ مضمون جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے:

(الف) ان الحسنات یذھبن السیئات۔ (۱۱: ۱۱۴)

نیکیاں برائیوں کو دھو دیتی ہیں۔

(ب) فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ (۵: ۳۹)

جو زیادتی کرنے کے بعد توبہ اور اصلاح (تلافی) کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(ج) ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ (۶۵: ۵)

جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اس کے سیئات کا اللہ کفارہ ادا فرما دے گا۔

(د) .... الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت۔ (۲۵: ۷۰)

مگر جو لوگ (شرک، قتل اور زنا سے) توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور کوئی ایک اچھا عمل کر لیں (جو ان سب گناہوں پر غالب آجائے) تو اللہ ان کے سیئات کو حسنات سے بدل دے گا۔ (یعنی جتنی برائیاں ہیں ان کو فقط معاف ہی نہ کیا جائے گا بلکہ ان کی جگہ اتنی ہی نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔)

یہ عام خوشخبریاں ہم جیسے گناہ گاروں کے لیے ہیں تو ان صحابۂ کرام صلوات اللہ علیہم کے کیا کہنے جن کو رسولؐ کی نظر کیمیا اثر اور فیض صحبت نے زرِ خالص بلکہ پارس بنا دیا تھا اور جن کے بارے میں خود خدا تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ ایمان کی محبت اور زینت سے ان کے دل معمور ہیں اور جن کے دل ہر کفر و فسق و معصیت سے متنفر ہیں۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ ان کے گناہ بھی ہماری طاعتوں سے بہتر ہیں۔ ان کی خطاؤں اور غلطیوں پر ہماری تہجد گزاریاں بھی قربان ہیں۔ اپنے دور کا کوئی کتنا ہی بڑا ولی، غوث اور قطب ہو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی رسول کی خاک پا کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان کی مغفرت کی ضمانت اللہ اور اس کے رسول نے دے دی ہے اور بعد کے کسی بڑے سے بڑے عظیم بزرگ کی مغفرت بھی منصوص نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ظن غالب یا امید اغلب ہو سکتی ہے۔ ہمیں جسے بھی دیکھنا ہو اسے بالنسبۃ الی الرسول دیکھنا چاہیے نہ کہ بالنسبۃ الی المعاصرین۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بھی دیکھ لیں تو اصلی شکل نہ ہونے کے باوجود اپنی قسمت پر ناز کرتے ہیں۔ پھر ان کی خوبیٔ قسمت اور مرتبہ و عظمت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جو ہر روز بیداری میں بار بار جمالِ محمدیؐ سے اپنی آنکھوں کو رشکِ فردوس بناتے رہے۔ اور پھر ان کی عظمتوں کا کیا ٹھکانا ہے جو آغاز نبوت سے لے کر اپنی یا خود رسولؐ کی آخری سانس تک ساتھ رہے۔ فیضِ صحبت سے سرفراز ہوتے رہے۔ جمال جہاں آرا کی زیارت کرتے رہے۔ ایک ایک حکم کو بجا لاتے رہے۔ کبھی سر بکف ہوئے کبھی زر بکف۔ کبھی وطن کو چھوڑا کبھی املاک و خاندان سے منہ موڑا۔ کبھی ان کے لیے کنتم خیر امۃ کی سند نازل ہوئی کبھی پروانہ ایمان و رضوان سے نوازے گئے۔ کوئی مہاجر تھا کوئی انصار اور کوئی ان کے منور و مقدس

چہروں کو دیکھنے والا تابعی۔

ان کی خطا ہمارے صواب سے اور ان کے گناہ ہمارے ثواب سے اور ان کی غفلت ہمارے ذکر سے افضل و برتر ہیں۔ ان کی بے شمار نیکیوں کے مقابلے میں ان کی لغزش ایک ایسا تل ہے جو اُن کے حسن کو اور دو بالا کر دیتا ہے:

خوں شہیداں را ز آب اولی تر است
ایں خطا از صد صواب اولی تر است (رومی)

کسی نے خوب کہا ہے:

تیرگی نقص ہے پر خوب ہے گیسو کے لیے ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لیے

صحابۂ کرام جنت کے جتنے مشتاق ہوں گے اس سے کہیں جنت خود ان کی مشتاق ہے۔

اگر یہ درست ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تمام انبیا سے زیادہ کامیاب رہا ہے، تو اس کا ظہور صرف چار پانچ مومن امتی سے نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اہل ایمان نفوسِ قدسیہ کے وجود میں آنے سے ہوا۔

انتخابِ حدیث

از مولانا محمد جعفر پھلواروی

یہ کتاب ان احادیث کا مجموعہ ہے جو زندگی کی اعلیٰ قدروں سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے فقہ کی تشکیلِ جدید میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہر حدیث کی الگ سرخی قائم کی گئی ہے اور اس کا سلیس ترجمہ بھی درج ہے۔ یہ مجموعہ حدیث کی چودہ کتابوں کا خلاصہ اور بے مثل انتخاب ہے۔

صفحات: ۶۶۴+۲۰ قیمت: ۳۵/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور